بنجمن مولائس - جنوبی افریقہ کا ایک حریت پسند شاعر

آصف علی چٹھہ

ABSTRACT:

Apartheid was a system of institutionalized racial segregation and discrimination that existed in South Africa from 1948 until the early 1990s. The system was based on white supremacy and the repression of the black majority for the benefit of the politically and economically dominant Afrikaner minority and other whites. Apartheid legislation itself was repealed in 1991 and a non-racial government was established following national elections in 1994.

Benjamin Moloise was s South African poet, political activist and the follower of the then forbidden African National Congress. He was convicted to capital punishment by the apartheid regime of P.W. Botha, allegedly for murdering a policeman in 1982. He was hanged on 18 Oct 1985 at the Pretoria Central Prison despite world wide pleas for clemency. His execution by the apartheid regime led to international protests and street battles in South Africa.

Key words: Benjamin Moloise, Manshoor, Mandela.

براعظم افریقہ تقریباً دنیا کے وسط میں واقع ہے۔ اس کے مشرق میں ایشیا اور آسٹریلیا کے براعظم پائے جاتے ہیں۔ مغرب میں شمالی اور جنوبی امریکہ ہیں اور اس کے شمال میں براعظم یورپ موجود ہے۔ یہ براعظم چاروں طرف سے سمندروں میں گھرا ہوا ہے۔ شاید مرکز میں واقع ہونے کے باعث کئی صدیوں تک یہ براعظم سامراجی دنیا کی توجہ کا بھی مرکز بنا رہا۔ چنانچہ سپین، پرتگال، فرانس، برطانیہ اور اٹلی وغیرہ نے صدیوں اس کو اپنی جولان گاہ بنائے

رکھا۔ انھوں نے افریقہ سے جی بھر کے دولت لوٹی۔ افریقہ غلاموں کی تجارت کے لیے بھی دنیا کا سب سے بڑا مرکز تھا۔ چنانچہ مغربی استعمار نے جہازوں کے جہاز بھر بھر افرادی قوت کو اپنے اپنے ممالک میں منتقل کیا امریکہ نے بھی بہتی، گنگا میں خوب ہاتھ دھوئے۔ جو افریقہ میں موجود رہے ان سے بھی جی بھر کر بیگار لی گئی۔ انیسویں صدی کے آخر تک تقریباً سارا افریقہ برطانیہ فرانس اور اٹلی وغیرہ کے ماتحت تھا۔ بیسویں صدی میں یہ ''تاریک براعظم'' آزادی کی روشنی سے منور ہونے میں کامیاب ہوگیا۔

جنوبی افریقہ میں نسلی امتیاز اور نسلی علیحدگی کی غیر انسانی روایات کو مضبوط کرنے کے لیے بعض بڑی طاقتیں بھی امداد دیتی رہیں صرف سفید فام لوگوں کو مضبوط بنانے کے لیے۔ نمیبیا کو اس سلسلے میں سب سے زیادہ مدد دی گئی۔ پریٹوریا کی حکومت، سالسبری کی اقلیتی حکومت اور پرتگال کی حکومت اس پالیسی پر سختی سے عمل کرانے پر مصر تھیں کہ پورا جنوبی افریقہ پرتگال ہی کا حصہ ہے۔ ان نسل پرست حکومتوں نے اپنے تسلط کو دوام بخشنے کے لیے لوٹ مار اور استحصال کے سارے حربے استعمال کیے۔

۱۹۶۳ء میں جب افریقی اتحاد تنظیم کا قیام عمل میں آیا تو اس نے جنوبی افریقہ میں نوآبادیاتی نظام کے خاتمے اور نسلی علیحدگی اور امتیاز کی حکمرانی کے اختتام میں بھرپور کوشش کی۔ افریقی اتحاد تنظیم کے منشور کے الفاظ ہیں:

> ''اس منشور کے ذریعے ہم بغیر کسی قسم کے شک اور التباس کے یہ بات واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ ہم تمام انسانوں کی مساوات کے عقیدے کے قائل ہیں اور یہ یقین رکھتے ہیں کہ تمام انسان بلالحاظ رنگ، نسل، مذہب یا صنف کے انسانی عزت و وقار کے مساوی طور پر حقدار ہیں۔ ہمارا یہ بھی عقیدہ ہے کہ تمام انسان معاشرے کے مساوی ممبروں کی حیثیت سے اپنی ہی حکومت میں شرکت کا حق رکھتے ہیں۔ ہم اس بات کو بھی تسلیم نہیں کریں گے کہ کوئی فرد یا افراد کا کوئی گروپ عاقل و بالغ افراد کے کسی دوسرے گروپ پر ان کی مرضی کے بغیر حکومت کرنے کا کوئی حق رکھتا ہے اور ہم اس امر کی توثیق کرتے ہیں کہ ایک معاشرے کے افراد ہی خود مساوی حیثیت سے باہم کام کرتے ہوئے اس بات کا تعین کر سکتے ہیں کہ ان کے لیے ایک اچھا معاشرہ کیا ہے اور ایک اچھا سماجی اقتصادی یا سیاسی نظام کیا ہے''۔ [۱]

۱۹۶۹ء میں اس منشور کو سا کا کو پرتگال اور جنوبی افریقہ کے سوا اقوام متحدہ کے اس وقت کے ایک سوتیس ممالک نے قبول کیا۔ کیونکہ یہ ان دو ممالک کی پالیسیوں پر تنقید اور زبردست حملہ تھا۔ اس منشور میں مزید لکھا تھا:

> ''جنوبی افریقہ کی حکومت کے مظالم کی ایک چیز اسے دوسری ظالمانہ حکومتوں سے ممتاز کرتی ہے۔ نسلی علیحدگی کی پالیسی جو اس حکومت نے اپنا رکھی ہے اور جسے کسی نہ کسی حد تک اس کے قریب قریب تمام ہی سفید فام شہریوں کی حمایت حاصل ہے، انسان کی انسانیت کے استرداد پر مبنی ہے جنوبی افریقہ کے معاشرے میں حقوق و مراعات کی پوزیشن یا ظلم و تشدد کے تجربے کا انحصار ایک ایسی چیز پر ہے جس کو تبدیل کرنا کسی انسان کے بس میں نہیں۔ اس کا انحصار انسان

کے رنگ اور اس کی نسل پر ہے۔ اگر آپ سیاہ فام ہیں تو آپ اس درجہ بندی سے بچ نہیں سکتے اور نہ ہی اس صورت میں کہ آپ سفید فام ہیں آپ کو اس سے مفر ہے''۔ [۲]

جنوبی افریقہ کی نسل پرست حکومت نے نسلی امتیاز کے خلاف جدوجہد کرنے والے سیکڑوں لوگوں کو جلاوطن کیا، جیلوں میں بند کیا یا ان کو پھانسی دے دی۔ لیکن آزادی کے متوالے ان تمام مظالم کو برداشت کرتے ہوئے آزادی کے لیے کوشاں رہے۔ انھوں نے جنوبی افریقہ کے منشورِ آزادی میں یہ اعلان کیا کہ:

''ہم جنوبی افریقہ کے لوگ اپنے تمام ملک اور دنیا بھر کے علم میں یہ بات لانا چاہتے ہیں: کہ جنوبی افریقہ ان سب کا ہے جو اس میں رہتے ہیں وہ سیاہ فام ہوں یا سفید فام اور کوئی بھی حکومت اس وقت تک بااختیار حکومت ہونے کا دعویٰ کرنے میں حق بجانب نہیں جب تک یہ تمام لوگوں کی مرضی پر مبنی نہ ہو۔ ان آزادیوں کے لیے ہم عمر بھر سب کے شانہ بشانہ اس وقت تک جدوجہد کرتے رہیں گے۔ جب تک کہ ہم اپنی آزادی کے حصول میں کامیاب نہیں ہو جاتے۔'' [۳]

جنوبی افریقہ دنیا کا واحد ملک ہے جہاں نسلی عصبیت ملکی آئین کا حصہ تھی۔ جنوبی افریقہ کی سفید فام اقلیت نے سالہا سال تک بہ زورِ شمشیر سفید فام اکثریت کو غلامی کی زندگی گزارنے پر مجبور کیے رکھا۔ سیاہ فاموں کا استحصال کرنے کے لیے علیحدگی کی پالیسی پر سختی سے عمل کرایا جاتا تھا۔ سیاہ فاموں کا گوروں کے علاقوں میں داخلہ ممنوع تھا۔ بعض جگہ باقاعدہ بورڈ آویزاں تھے جن پر درج ہوتا تھا کہ Blacks and dogs are not allowed زرخیز علاقے سفید فام لوگوں کی ملکیت تھے اور معمولی درجے کی بنجر زمینیں سیاہ فام لوگوں کے لیے۔ اس صورت حال میں جب اکثریتی عوام کی مزاحمت کا ڈر ہوتا تو ان کو دھونس دھاندلی اور گولی کی زبان سے چپ کرا دیا جاتا تھا۔ لیکن لوگوں کے دلوں میں مزاحمت کی آگ ہمیشہ جلتی رہتی۔

جنوبی افریقہ کی تحریک آزادی کے دوران بیسیوں شعرا جدوجہد آزادی میں عملاً شریک رہے۔ انھوں نے قیدوبند، ہجرت اور ایذا رسانی کے تمام حربوں کو برداشت کیا لیکن آزادی کے نغمے الاپتے رہے۔ جیڈون مینگوئلا، کاسمو پائٹرس، آئی چونارا، کرسٹوفر، وکٹر وغیرہ سمیت متعدد معلوم اور نامعلوم شعرا کی شاعری نے مجاہدین آزادی کے جذبوں کو زندہ اور توانا رکھا اور ایک طویل جدوجہد کے بعد افریقی حصول آزادی میں کامیاب ہوگئے۔

جنوبی افریقہ کی سفید فام اقلیت نے نسلی منافرت، جبر اور استحصال کو قانونی تحفظ دے کر سالہا سال تک یہاں کی سیاہ فام اکثریت پر ظلم وستم کو روا رکھا۔ جبر و استبداد اور ظلم و جور کو طول دینے میں باقی سفید فام دنیا کا بھی ایک عرصہ تک یہاں کی حکومت کو تائید اور تعاون حاصل رہا۔ جنوبی افریقہ کی تاریخ ریاستی جبر اور تشدد کی روایات سے بھری پڑی ہے۔ جنوبی افریقہ کی نسل پرست حکومت اور اس کی امتیازی پالیسی کے ضمن میں رچ مکھنڈو (Rich Mkhondo) لکھتے ہیں:

''اپارتھائیڈ کے دوران میں جنوبی افریقہ میں جو کچھ ہوا وہ صرف اور محض اپارتھائیڈ پر عمل سے

> کہیں زیادہ تھا، جب کہ اپارتھائیڈ بذات خود ''انسانیت کے خلاف جرم'' ہے۔ اپارتھائیڈ کے دفاع کے لیے دیگر مجرمانہ طریقے بھی استعمال میں لائے جا رہے تھے۔ اپارتھائیڈ ریاست کو وسیع اختیارات دے دیے گئے تھے کہ سیاہ فام جنوبی افریقیوں کی زندگی کو اپنی مرضی پر کاربند کرے اور انھیں بنیادی انسانی حقوق سے محروم رکھے۔''[۴]

اگر مستقبل میں حقوق انسانی کو صحیح مفہوم دیا جائے تو وہ جنوبی افریقہ کے مظلوم لوگوں کی جراتوں اور استقلال سے عبارت ہوگا کہ جس طرح اس علاقے کے لوگوں نے ریاستی جبر تشدد، اور دہشت گردی کا مقابلہ کیا ہے اسی کو روحِ حریت کا نام دیا جا سکتا ہے۔[۵]

نیلسن منڈیلا بیسویں صدی کے عالمی سیاستدانوں میں ایک بہت محترم نام ہے۔ انھوں نے یورپی گوروں کی بدترین غلامی کے شکنجے میں گرفتار اپنی قوم کو آزادی دلانے میں اپنی پوری زندگی کھپا دی، وہ مسلسل ستائیس برس تک جیلوں کی اذیتیں برداشت کرتے رہے، مگر ان کے پائے استقلال میں لغزش نہ آئی۔ پھر جب مذاکرات کا وقت آیا اور لوہا گرم دیکھا تو اس ذہین وفطین وکیل نے اپنی تمام تر قانونی صلاحیتیں بروئے کار لاتے ہوئے ایسی چوٹ لگائی کہ گورے حکمرانوں کی ترکی تمام ہوگئی، انھوں نے منڈیلا کو رہا کر دیا اور سیاسی اور جمہوری آزادیاں بحال کر دی گئیں۔ پھر ایک آدمی ایک ووٹ کی بنا پر عام انتخاب کا ڈول ڈالا گیا جس میں افریقن نیشنل کانگرس نے اکثریت حاصل کر لی اور گوروں نے اقتدار اس کے حق داروں کو منتقل کر دیا اور منڈیلا نے برسرِ اقتدار آ کر جس عالی ظرفی اور جمہوری مزاج کا مظاہرہ کیا، دنیا میں اس کی مثال کم ہی ملتی ہے۔ انھیں بجا طور پر نوبل امن انعام سے نوازا گیا اور آج وہ جہاں کہیں بھی جاتے ہیں، ان کے لیے دیدہ و دل فرش راہ ہوتے ہیں۔ ایسا احترام عالمی تاریخ میں بہت کم سیاستدانوں کو نصیب ہوا ہے۔[۶]

۲۷/اپریل ۱۹۹۴ء کو سیاہ فام جنوبی افریقیوں نے زندگی میں پہلی بار ووٹ ڈالے اور اس کی جماعت نے 62.6 فیصد کی اکثریت سے انتخاب جیت لیے۔ ۱۰/مئی ۱۹۹۴ء کی روشن صبح انتقال اقتدار کی شاندار تقریب منعقد ہوئی۔ جس میں اس نے جنوبی افریقہ کے پہلے سیاہ فام صدر مملکت کا منصب سنبھالا اور سابق سفید فام صدر مملکت ڈی کلارک نے اسے صدارت کا منصب تفویض کر کے خود نائب صدر دوم کا منصب قبول کیا۔ اس روز اس عظیم سیاہ فام سیاستدان نے کہا:

> ''آئندہ کبھی نہیں، کبھی نہیں اور کبھی نہیں یہ ہوگا کہ یہ خوبصورت سرزمین دوبارہ کسی طرح کے ظلم وستم سے دوچار ہو۔ اس قدر شاندار کامیابی پر سورج کبھی غروب نہیں ہوگا۔ ہم نے اپنے سفر کا آخری قدم نہیں بلکہ ایک طویل تر اور مشکل شاہراہ پر پہلا قدم اٹھایا ہے...... ہماری آزادی سے وابستگی کا حقیقی امتحان اب شروع ہو رہا ہے۔''

وہ اس امتحان میں کامیاب ثابت ہوا ہے۔ برسر اقتدار آ کر اس نے کسی سے انتقام نہیں لیا۔ اس نے ان گوروں کو معاف کر دیا۔ جو مدت مدید سے اس کے سیاہ فام ہم وطنوں پر طرح طرح کے ظلم ڈھاتے رہے تھے۔ اس نے

تالیف قلب سے کام لیا، گوروں سے ان کے عہدے نہیں چھینے اور کالے اور گورے کی تمیز ختم کر کے ایک ہم آہنگ قوم کی تعمیر کی بنا ڈالی۔[۷] نیلسن منڈیلا نے اپنی آپ بیتی میں تجدید عہد کرتے ہوئے مزید لکھا:

> ''میں نے آزادی کی اس طویل شاہراہ پر سفر کیا ہے۔ میں نے کوشش کی ہے کہ لڑکھڑا نہ جاؤں۔ اگرچہ اس راہ پر غلط قدم بھی اٹھائے ہیں۔ لیکن میں نے یہ راز پا لیا ہے کہ ایک بڑی پہاڑی پر چڑھنے کے بعد ہی انسان کو معلوم ہوتا ہے کہ ابھی کئی اور پہاڑیاں سر کرنے والی ہیں۔ میں یہاں آرام کرنے کے لیے ایک لمحے کو رکا ہوں تاکہ اس شاندار منظر کو ایک نظر دیکھ سکوں۔ جو میرے اردگرد پھیلا ہوا ہے اور پیچھے مڑ کر اس فاصلے پر طائرانہ نظر ڈال سکوں جو میں نے طے کیا ہے۔ لیکن میں صرف ایک لمحے کے لیے ٹھہر سکتا ہوں کیونکہ آزادی کے ساتھ ذمہ داریاں آتی ہیں اور میں گھٹنے رہنے کی جسارت نہیں کر سکتا کیونکہ میرا طویل سفر ابھی ختم نہیں ہوا۔''[۸]

جنوبی افریقہ کی آزادی کے ساتھ پورا افریقہ آزادی کی نعمت سے مالا مال ہو گیا قربانیاں رنگ لائیں۔ بنجمن مولائس کا خون رنگ لایا۔ اس کی پیش گوئی سچ ثابت ہوئی۔

بنجمن مولائس جنوبی افریقہ کا جواں سال سیاہ فام شاعر تھا جو جنوبی افریقہ کی گوری اقلیت کے ظلم وستم کا نشانہ بنتے ہوئے قید وبند کی صعوبتیں سہتا رہا اور بالآخر موت سے ہمکنار ہوا۔ وہ جنوبی افریقہ کے سیاہ فام رعایا کی توانا آواز تھا۔ جنوبی افریقہ کی گوری اقلیت نے دنیا بھر کی اپیلوں کے باوجود ۱۸/اکتوبر ۱۹۸۵ء کو مولائس کو پھانسی دے دی۔ اپنی ماں سے آخری ملاقات کرتے ہوئے اس نے دنیا بھر کے سیاہ فام باشندوں کے نام جو پیغام دیا وہ عزم و ہمت کی شاندار مثال اور آزادی کے حصول کی ایک زندہ پیش گوئی ثابت ہوا۔

> ''دنیا کو بتا دو کہ ایک روز کالے لوگ جنوبی افریقہ کے حکمران ہوں گے دنیا کو بتا دو کہ ہم تمام مشکلات پر قابو پائیں گے۔ کل میں اپنا خون بہاؤں گا ان لوگوں کے لیے جو پیچھے رہ جائیں گے۔''[۹]

بنجمن مولائس کی والدہ پولین مولائس نے کہا کہ میں نے اپنے بیٹے سے کہا کہ میں بھی تمھارے ساتھ پھانسی کے پھندے تک جاؤں گی اور تمہارے ساتھ ہی مروں گی مگر بنجمن نے کہا ''اگر تم بھی مر گئیں تو پھر میرے لوگوں کو میرا یہ پیغام کون دے گا کہ جدوجہد جاری رہنی چاہیے۔''[۱۰]

بنجمن مولائس نے اپنے ایام اسیری کے دوران میں موت سے قبل جو دو نظمیں قلمبند کی ہیں وہ آزادی کے متوالوں کے لیے ایک منشور کا درجہ رکھتی ہیں۔ مولائس کا پیغام ہے کہ موت سے ڈرنے والے کبھی حوادث کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ زندگی کا انجام بالآخر موت ہے۔ اس سے خوف کھانا عبث ہے۔ منو بھائی نے اپنے یکم دسمبر ۱۹۸۵ء کے کالم ''گریبان'' میں ان نظموں کا ترجمہ اس وضاحت کے ساتھ پیش کیا ہے کہ انھیں یہ نظمیں جناب آئی۔ اے۔ رحمان نے دی ہیں اور وہ انہیں انٹر پریس سروس تھرڈ ولڈ نیوز ایجنسی کے شکریے کے ساتھ اپنے کالم کی زینت بنا

رہے ہیں۔ پہلی نظم کچھ یوں ہے:

ہم موت سے کیوں ڈریں
موت تو کسی کو بھی نہیں ڈراتی
جو کوئی دھول سے پیدا ہوا ہے
اسے دھول میں واپس جانا پڑے گا
میری موت کا دن اور وقت اور طریقہ
سب کچھ طے پا چکا ہے
اور مجھے اپنے انجام کے بارے میں
اب کوئی شبہ نہیں رہ گیا
شبہہ یقین بن جائے، باطن ظاہر ہو جائے
تو پھر بندے اور خدا کا رشتہ
کمزور پڑ جاتا ہے
کہ باطن کا علم تو صرف خدا کو ہے [۱۱]

دوسری نظم کا انگریزی متن یوں ہے:

All the armies that ever marched
All the Parlimaents that ever sat
have not affected the life of man on earth.
as that the solitary life
I am proved to be what I am
I am provd of what I did
the storm of oppression will be
followed by the rain of my blood
I am proud to give my life
my one solitary life.[۱۲]

منو بھائی نے اس نظم کو اردو میں یوں منتقل کیا ہے:

وہ تمام فوجیں جو آج تک
پیش قدمی کر چکی ہیں
وہ تمام پارلیمان جو آج تک
اپنے اجلاس منعقد کر چکی ہیں

اس دھرتی پر انسانی زندگی کو
اتنا تبدیل نہیں کر سکے
جتنا کہ ایک اکیلی زندگی کی قربانی کر سکتی ہے
مجھے فخر ہے اپنے آپ پر
مجھے فخر ہے اپنے کیے پر
میرے خون کی بارش
ظلم وتشدد کی آندھیوں کا تعاقب کرے گی
مجھے فخر ہے کہ میں اپنی زندگی دے رہا ہوں
اپنی ایک اکیلی زندگی۔[۱۳]

جب جنوبی افریقہ کی نسل پرست حکومت کو یہ یقین ہوگیا کہ بنجمن کی آواز افریقہ میں آزادی کی تڑپ پیدا کر رہی ہے تو اس نے اس آواز کو دبانے کے لیے ایک جھوٹے مقدمے میں پھنسا کر پری ٹوریا جیل میں پھانسی دے دی۔ افریقی حکومت اس کی آواز کو نہ دبا سکی۔ اس کی آواز ہر افریقی حریت پسند کی آواز بن گئی۔ اس نے اپنی قوم کو ایک نیا جوش ولولہ اور عزم وحوصلہ دے کر اسے آزادی کی منزل کی جانب گامزن کر دیا۔

لٹے ہوئے سامان
حقارت سے دیکھتی ہوئی آنکھیں
ہم نے اب جینے کا عہد کر لیا ہے
ان بیڑیوں کو کاٹ کر
بیڑیاں جو نامرد بناتی ہیں ہمیں
کاٹ ڈالتی ہیں تنے ہوئے ان بازوؤں کو
جن میں روانی سے دوڑتے ہوئے خون
ہر پل احساس دلاتے ہیں آزادی کا
فتح ہر حالت میں ہماری ہے۔[۱۴]

مولائس کا کہنا ہے کہ آزادی کی منزل قربانیوں کے بغیر حاصل نہیں ہوتی۔ یہ راستہ تو مقتل سے ہو کر گزرتا ہے۔ آزادی کے چراغ شہیدوں کے لہو سے روشن ہوتے ہیں جو راستے کی تاریکیوں کو کافور کرتے ہوئے آزادی کی منزل کو روشن کر دیتے ہیں۔ آزادی کے ایک مجاہد کا خون تمام قراردادوں اور اجلاسوں پر بھاری ہوتا ہے۔ خون، جبر کے پاؤں اکھیڑ کر رکھ دیتا ہے۔

بنجمن مولائس افریقن نیشنل کانگریس کا سرگرم رکن تھا۔ جب ایک جھوٹے مقدمے میں ملوث کر کے اسے پھانسی دینے کا اعلان کیا گیا تو دنیا بھر کی حکومتوں اور معروف شخصیات نے اس فیصلے کی سخت مخالفت کی۔ امریکہ،

سوویت یونین، برطانیہ کی دولت مشترکہ اور اقوام متحدہ کی سیکیورٹی کونسل نے بھی اس فیصلے پر نظر ثانی کی اپیل کی لیکن شاید جنوبی افریقہ کی نسل پرست حکومت کے مقدر میں اس خون ناحق کا گناہ لکھا جا چکا تھا۔ جنوبی افریقہ کے صدر۔ پی۔ ڈبلیو۔ بوتھا (P.W.Botha) نے تمام اپیلیں مسترد کرتے ہوئے اپنے منصوبے کو عملی جامہ پہنا دیا۔ دنیا بھر کے مہذب اہل قلم نے اس نسل پرست حکومت کی پر زور مذمت کی اور اس جواں مرگ کو بھرپور خراج تحسین پیش کیا۔ ناروے کے کلف موسٹاش نے بنجمن کی یاد میں ''بنجمن مولائس کے نام'' سے ایک خوبصورت نظم لکھی اور جاوید دانش اور خالد سہیل نے اسے اردو طبقہ سے روشناس کرا دیا۔ اردو میں جاوید شاہین سینت چوپڑہ اور ازہر منیر نے بھی بنجمن کی یاد میں نظمیں لکھی ہیں۔ کلف موسٹاش لکھتا ہے:

وہ
اٹھارہ اکتوبر 1985ء کی صبح تھی
ایک مہذب قوم کی تاریخ کی تاریک صبح
ہوا آہیں بھر رہی تھیں
لوگ سوگوار تھے
سورج نے شرم سے چہرہ ڈھانپ لیا تھا
چاند اور ستاروں نے مسکرانا بند کر دیا تھا
کیونکہ
ازانیہ کے دیس میں
ایک حکومت نے ان اقدار کا خون کیا تھا
جنھیں ہم سب بہت عزیز رکھتے ہیں
اس دیس میں
ایک بہادر شاعر بنجامین مولائس کو
سولی پر چڑھا دیا گیا تھا
ایسے شاعر کو
جس کا قلم
امن اور اخوت کے گیت لکھتا رہا تھا
ایسی فضا میں اب
اور کوئی کیا نظمیں لکھے، نغمے گائے!
جس فضا میں
محبتوں کو نفرتوں کا زہراب پینا پڑا ہے

جہاں آزادی کی شاہراہوں پر
معصوموں کا خون بہا دیا گیا ہے
جس ماحول میں
اپارتھائڈ کے نام پر
نسلی تعصب کا شر پنپ رہا ہے
اس ماحول میں جہاں
وحشی کتے ہراس شخص پر جھپٹتے ہیں جو اپنے حقوق کا مطالبہ کرتا ہے
آزادی کے ترانے گاتا ہے
وہ ماحول ایک جہنم بن چکا ہے جہاں
اپارتھائڈ کے آسیب چھائے ہوئے ہیں۔[۱۵]

بنجمن مولائس، جنوبی افریقہ کا جواں سال شاعر جب آزادی کی خاطر پھانسی کے پھندے سے جھول گیا تو اسے دنیا بھر کے حریت پسندوں نے سلام عقیدت پیش کیا۔ سینت چوپڑہ نے اپنی نظم 'بنجمن مولائس کے نام' میں اسے اپنی چاہتوں کا نذرانہ پیش کیا ہے۔ کہ اے راہِ حق کے شہید تم مرے نہیں ہو۔ تم زندہ و جاوید ہو۔ تم ہر جوان دل کی دھڑکن ہو۔ تم ہمارے لہو کے ساتھ ہمارے بدن میں گردش کرتے ہو۔ اب تمہارا قافلہ کبھی نہیں تھمے گا۔

ناموں کا کوئی تعلق نہیں ہے میرے بھائی اور نہ ہی اس حقیقت کا کہ میں یہ خط تمھیں
ریلوے کیفے سے لکھ رہا ہوں
کیونکہ تم بھی ایک مسافر ہو
کبھی بسوں کے ذریعے سفر کرتے تھے
گاڑیوں کے ذریعے، پاپیادہ
پولس کی وین میں جیل کی طرف
قدم بہ قدم
پھانسی کی جانب
مگر اب تم سفر کر رہے ہو
بغیر کسی ویزا یا پاسپورٹ کے
ہر جوان دل تک
دھڑکنوں میں حصہ لینے کے لیے
ہمارے خون کی گردش کے ساتھ ساتھ اور یہ سفر کبھی ختم نہیں ہوگا
کبھی ختم نہیں ہوگا۔[۱۶]

ازھرمنیر ''بنجمن مولائس سے منسوب ایک نظم'' میں اس سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں کہ تو شاعروں کے قبیلے کا ایک بلند قامت شخص ہے۔ عام طور پر شعرا کی صفوں میں وہ لوگ بھی مل جاتے ہیں جو جھوٹ کے بیوپاری ہوتے ہیں وہ ظالموں کے قصیدے کہتے ہیں، ظلم کی حمایت کرتے ہیں اور جھوٹ کی فصلیں اگاتے ہیں لیکن اے مولائس تو نے یہ تمام داغ دھو کر شعرا کا قد فخر سے بلند کر دیا ہے۔ جب گفتار اور کردار ہم آہنگ ہو جائیں تو انسانی قد و قامت بلند تر ہو جاتی ہے:

تو نے ان پہ لگے سارے الزام دھوڈالے
تو نے بتایا
تو نے اپنے عمل سے بتایا
کہ شاعر جھوٹ کے بیوپاری نہیں
سچ کے پیمبر ہیں
وہ ظالموں کے قصیدے ہی نہیں کہتے
ان کے ہاتھ
ان ظالموں کے گریبان تک بھی پہنچ جاتے ہیں
وہ کاہل اور بے ضمیر نہیں
وہ یہ بھی جانتے ہیں
کہ کیسے اپنے قدموں پہ چلنا ہے
اور کیسے حملہ کرنا ہے
تو نے شاعروں پہ لگے یہ سارے الزام
اپنے خون سے دھوڈالے
میرے شاعر!
ہم تیرے ممنون ہیں
تو نے ہمیں سرفراز کیا۔ [۱۷]

بنجمن مولائس نے پھانسی سے قبل کہا تھا کہ I am proud to give my life، عشق کی وادی خارزار میں بنجمن مولائس ایسے آبلہ پا خال خال ہی قدم رکھتے ہیں۔ جنھیں اپنے جرم عشق پہ ناز ہو اور جو ایسی سج دھج کے ساتھ مقتل کی جانب جائیں کہ قاتل بھی لرز اٹھیں۔ مولائس کے خون نے ہر ظلم سے ٹکرا جانے کا پیغام دیا ہے۔ جاوید شاہین نے لوگوں کے لیے جینے والے اور لوگوں کے لیے مرنے والے اس افریقی حریت پسند کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے لکھا ہے:

مقتل سے جو ہو کر آتی ہے وہ راہ وفا کیا ہوتی ہے
یہ اپنے ہاتھوں پر اپنے ہی خوں کی حنا کیا ہوتی ہے
لوگوں کے لیے جینا ایسے جینے کی سزا کیا ہوتی ہے
یہ جان امانت لاکھ سہی اس جاں سے گزر جانا کب ہے
ہاں ٹھیک ہے وعدہ جینے کا، پر اس سے مکر جانا کب ہے
جس کام سے ہر کوئی ڈرتا ہو اس کام کو کر جانا کب ہے
اے جانے والے دوست تری بے چین صدا باقی ہے ابھی
نغمے جو بچے ہیں سننے کو سب خلق خدا باقی ہے ابھی [۱۸]

جنوبی افریقہ نے بیسویں صدی کے آغاز میں، ۱۹۱۰ء میں انگلستان سے آزادی حاصل کی لیکن یہاں کی نسل پرست اقلیتی حکومت سے آزادی حاصل کرنے کے لیے اسے تقریباً ایک صدی مزید انتظار کرنا پڑا۔ یہاں کے سیاہ فام بیسویں صدی کے آخری عشرے تک رنگ و نسل کی غیر انسانی تقسیم کا شکار رہے۔ لیکن برسر اقتدار آنے کے بعد انھوں نے یہاں کے عوام میں نفرتیں نہیں بلکہ محبتیں تقسیم کیں۔ جنوبی افریقہ میں محبتیں بانٹنے کا سہرا نیلسن منڈیلا اور بنجمن مولائس کے سر ہے۔

حوالہ جات:

۱۔ جنوبی افریقہ میں نسلی علیحدگی کے خلاف جدوجہد۔ نیویارک: اقوام متحدہ، س۔ن، ص ۱۷۔
۲۔ ایضاً ص ۱۹۔
۳۔ ایضاً ص ۵۸-۶۵۔
۴۔ رچ مکھنڈو۔ دہشت گردی، مترجم: آصف فرخی، مشمولہ دنیا زاد (دنیا دنیا دہشت ہے)۔ کراچی: شہزاد، مئی ۲۰۰۶ء، ص ۱۷۔
۵۔ الہی ساخ۔ پیش لفظ، مشمولہ بیٹیوں کی آزادی کے لیے۔ از زبیدہ جعفر۔ مترجم؛ الطاف فاطمہ۔ لاہور: شرکت گاہ، ۱۹۹۷ء، ص۔ ix۔
۶۔ یہ خراجِ تحسین اس وقت پیش کیا گیا جب منڈیلا حیات تھے، دیکھیے محسن فارانی۔ پس ورق، آزادی کی شاہراہ پر از نیلسن منڈیلا۔ مترجم، محسن فارانی، لاہور: تخلیقات، ۲۰۰۵ء۔
۷۔ ایضاً ص ۱۰۔
۸۔ نیلسن منڈیلا۔ آزادی کی شاہراہ پر۔ ص ۷۴۲۔
۹۔ بحوالہ امرتا پریتم۔ ایک اداس کتاب۔ مترجم؛ احمد سلیم۔ کراچی: استعارہ پبلی کیشنز، نومبر ۱۹۸۷ء، ص ۱۴۵۔

۱۰ منو بھائی۔ ''گریبان'' روزنامہ جنگ لاہور، یکم دسمبر ۱۹۸۵ء، ص۲۔
۱۱ بنجمن مولائس بحوالہ منو بھائی۔ ''گریبان'' روزنامہ جنگ، یکم دسمبر ۱۹۸۵ء، ص۲۔
۱۲ ایضاً۔
۱۳ ایضاً۔
۱۴ بنجمن مولائز۔ مترجم؛ مشرف عالم ذوقی مشمولہ عصری ادب نمبر ۵۵، دہلی، اگست ۱۹۸۶ء، ص۱۲-۱۳۔
۱۵ کلف موسٹاش۔ ''بنجمن مولوئس کے نام'' مشمولہ کالے جسموں کی ریاضت، مترجمین: خالد سہیل، جاوید دانش۔ کلکتہ: انشا پبلی کیشنز، ۱۹۹۰ء، ص۱۸۶۔
۱۶ سینت چوپڑہ۔ ''بنجمن مولائس کے نام'' مشمولہ ایک اداس کتاب۔ ص ۱۴۷۔
۱۷ ازہر منیر کی غیر مطبوعہ نظم جو انھوں نے راقم کو مرحمت فرمائی۔
۱۸ جاوید شاہین۔ عشق تمام۔ لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۱۹۹۳ء، ص۴۱۸۔